سانحہ گوجرہ

جدید تعلیم کے منہ پر طمانچہ

تعلیم کا بنیادی مقصد انسان میں اعلیٰ اخلاقی صفات کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ تعلیم ہی کے ذریعے انسان دوسروں پر برتری حاصل کرتا ہے۔ اچھائی اور برائی میں تمیز تعلیم کے ذریعے ہی آتی ہے۔ اخلاقی قدروں میں انسانیت کی حرمت اس کی تعظیم اور احترام سب سے مقدم ہے۔ دین اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کی حرمت کو دی گئی ہے۔ ہجرت کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ بے شک اللہ کا گھر حرمت والا ہے۔ تمہیں چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔ لیکن انسان کی حرمت تم سے زیادہ ہے۔ انسانوں میں سب سے زیادہ لائق احترام انبیاء علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد آپکے اصحاب اور علماء کرام ہیں۔ جو قوم کے معلم و مربی ہیں۔ اساتذہ کا مقام والدین سے بھی زیادہ ہے۔ جو تعلیم کے ذریعے انسان کو زمین کی پستی سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچادیتے ہیں۔ برے سے برا معاشرہ بھی استاد کی تعظیم اور توقیر کرتا ہے۔ بشرطیکہ انہیں دی جانے والی تعلیم میں شرم وحیاء کا پہلو غالب ہو۔

گوجرہ میں رونما ہونے والا المناک واقعہ ہماری اخلاقی پستی اور ناقص نظام تعلیم پر ایک تازیانہ ہے۔ اس کی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے۔ کہ بی۔اے کے امتحان میں مقرر ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پروفیسر عبداللطیف کو بعض ان طلبہ نے عین اس وقت ہاکیوں' گھونسوں اور ڈنڈوں سے قتل کر دیا جب وہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر آئے۔ جرم صرف اتنا تھا کہ انہوں نے بی۔اے کے امتحان میں طلبہ مذکور کو ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے روکا تھا اور بعض طلبہ کی تحریری شکایت یونیورسٹی کو ارسال کر دی تھی۔ جس پر طلبہ نے انہیں نشان عبرت بنانے کا فیصلہ کیا اور پھر چشم فلک نے وہ کربناک منظر دیکھا کہ ایک معلم و مربی طلبہ کے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے۔ اس کی حرمت خاک میں مل جاتی ہے اور نہایت اذیت کے ساتھ اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ پاکستانی کلچر میں اس وقت قتل و غارت معمولی جرم سمجھا جاتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر خاندان کے خاندان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاتے ہیں اور روزانہ ایسی وارداتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں لیکن سانحہ گوجرہ اس لحاظ سے قابل التفات ہے کہ اس میں ایک استاد طلبہ کے ہاتھوں قتل ہوتا ہے اور یہ طلبہ بی۔اے کا امتحان دے رہے ہیں۔

بے ردا ہیں میری کلیاں کسی چوراہے پر
اس قدر خون کی ارزانی کہ دیکھی نہ سنی

یہاں قابل غور پہلو یہ ہے کہ ان طلبہ نے کم از کم چودہ سال سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کی اور جدید درسگاہوں کے نظام تعلیم سے استفادہ کیا۔ اس دوران نہ جانے کتنی مرتبہ ان کے اساتذہ نے انہیں اخلاقیات کے موضوع پر درس دیئے ہونگے۔ اساتذہ کا ادب واحترام' بڑوں کی توقیر اور والدین کی عظمت پر انہیں لیکچر دیئے ہوں گے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ ان میں ذرا بھی احساس پیدا نہ ہوا کہ وہ انتہائی اقدام اٹھانے سے پہلے اپنے مقام اور استاد کے مرتبہ کو دیکھ لیتے۔

اب یہاں ہمیں یہ عرض کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کہ پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم نہایت فرسودہ' بیکار اور بے حس ہے۔ جو طلبہ میں بے راہ روی' ہٹ دھرمی' غرور تکبر' بے ہودگی' دوسروں کی پگڑی اچھالنے' لاابالی پن' بے مروتی اور بغاوت جیسے مجرمانہ ذہن پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اس تعلیم کی بنیاد اور مقصد انتہائی گھٹیا ہے۔ محض ملازمت اور روزگار کا حصول' جس تعلیم کے ذریعے صرف کسب معاش کی فکر دی جائے۔ وہاں ایسی صورت حال کیونکر پیدا نہ ہوگی۔ شاعر مشرق لکھتے ہیں

یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
اک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

روزگار کے حصول کیلئے امتحان میں کامیابی اور اچھے نمبروں کا حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔ اب اس راستے میں جو بھی رکاوٹ ہوگی یہ طلبہ اس سے مزاحم ہوں گے۔ چونکہ کالجوں میں تعلیم بھی اب برائے نام ہے۔ خود اساتذہ کس قدر فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہیں۔ وہ کسی سے مخفی نہیں جب ان درسگاہوں میں ہی تعلیم نہ ہوگی تو طلبہ از خود ایسے ذرائع استعمال کریں گے۔ جو قانون یا ضابطے میں نہیں آتے۔ کالجوں میں تعلیم کا دورانیہ بہت کم ہے اور اساتذہ کرام سال کا بیشتر حصہ فارغ رہتے ہیں۔ اس ضمن میں معروف دانشور جناب ارشاد احمد حقانی 21 اپریل کو روزنامہ جنگ میں اپنے کالم میں بعض ایسے حقائق تحریر کرتے ہیں۔ جو بذات خود جدید نظام تعلیم کے حامیوں کیلئے لمحہ فکریہ ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

"جب سے تعلیمی بورڈوں نے انٹرمیڈیٹ کے سال اول کا امتحان خود لینا شروع کر دیا ہے اس وقت سے سال اول اور سال دوم کے طلبہ و طالبات امتحان سے چار پانچ ہفتے پہلے ہی کالجوں سے غائب ہو جاتے ہیں اور کلاس ورک بند ہو جاتا ہے۔ فورتھ ایئر کے طلبہ و طالبات بھی اپنے امتحان کی تیاری کے لئے چار چھ ہفتے پہلے ہی کالجوں میں آنا بند کر دیتے ہیں اور صرف تھرڈ ایئر کلاس یا پوسٹ گریجویٹ کلاسز کے طلبہ و طالبات رہ جاتے ہیں اور صرف وہی اساتذہ تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ جو مذکورہ کلاسوں کو پڑھا رہے ہوتے ہیں۔ پورے صوبے کے ہزاروں اساتذہ کئی ماہ تک ایک بھی کلاس پڑھانے کے مکلف نہیں رہتے۔ پھر امتحانات کے بعد کئی ماہ تک نتائج نہیں آتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے اساتذہ بیکار اور طلبہ آوارہ (الا ماشاء اللہ) ہو جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "کہ خانہ خالی را دیو ی گرد" جب طلبہ کو چھ چھ آٹھ آٹھ ماہ پڑھائی لکھائی کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ تو انگریزی محاورے کے مطابق ان کا دماغ شیطان کا چرخہ کیوں نہیں بنے گا۔

An idle man's brain is a devils work shop.

(روزنامہ جنگ لاہور 21 اپریل 2000) اس کالم میں مزید وہ لکھتے ہیں کہ:

"سال میں اوسطاً ایک استاد کالج میں صرف قریباً 45 لیکچر دیتا ہے۔ بدیہی طور پر سال کے 365 دنوں میں سے 300 یا اس سے زیادہ دنوں میں کوئی تدریسی کام نہیں ہوتا۔ اساتذہ اپنے اپنے کالج کے رواج اور ماحول کے مطابق کالجوں میں آتے ہیں، حاضری لگاتے ہیں، کچھ گپ شپ کرتے ہیں اور گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور 21 اپریل 2000)

ان اقتباسات کو پڑھ کر ہر ذی شعور بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ کالجوں میں کیا ہوتا ہے اور کیسی مخلوق تیار ہو رہی ہے۔ وہ اپنے اساتذہ کے سر نہ کاٹیں تو اور کیا کریں۔ اس قدر واضح حقائق دیکھ کر نہ تو حکومت اس کا نوٹس لیتی ہے اور نہ ہی ماہرین تعلیم اس فرسودہ نظام تعلیم کو بدلنے کیلئے سوچ بچار کرتے ہیں۔

اس بکھرے ہوئے ملبے ہی پہ سب نوحہ کناں ہیں
تعمیر کوئی تازہ عمارت نہیں کرتا

بلکہ الٹا اب بھی اسی نظام تعلیم کے گن گائے جاتے ہیں اور اس کی خوبیاں بیان کی جاتیں ہیں اور تقاضا کیا جاتا ہے کہ چونکہ دینی مدارس میں قدیم نظام رائج ہے اس کو جدید نظام سے ہم آہنگ کیا جائے۔ تاکہ دینی مدارس وقت کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ مردہ گھوڑا جو نہ اپنی پہچان رکھتا ہے اور نہ ہی سودمند ہے۔ اسے اب دینی مدارس کے پلے باندھ دیا جائے۔ جس نظام کی وجہ سے پاکستان کی نہ جانے کتنی نسلیں تباہ ہوئیں اور نہ جانے کتنی تباہ ہوں گی۔ اب ان کا رخ ان مثالی دانشگاہوں کی طرف کر دیا جائے۔ تاکہ پورا ملک پاگلوں کی آماجگاہ نظر آئے۔ جو لوگ موجودہ بیکار نظام تعلیم کو دینی مدارس میں لانا چاہتے ہیں۔ دراصل وہ کبھی بھی کسی دینی تعلیمی ادارے میں نہیں گئے اور نہ ہی ان اداروں کے اسلوب اور طریقہ تدریس سے واقف ہیں اور نہ ہی انہیں ان مدارس کی اہمیت و ضرورت سے آگاہی ہے نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ ان مدارس کا نظام تعلیم اور نصاب کیسا ہے؟ بس دور سے محض مفروضوں کی بنیاد پر تنقید کئے جا رہے ہیں۔ ہم یہاں نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ جناب حقانی کے کالم سے دو سطریں نقل کرتے ہیں جس میں وہ دینی مدارس کے بارے میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"دینی مدارس میں پڑھنے والے لاکھوں طلبہ ایک اور ہی دنیا میں پرورش پا رہے ہیں۔ وہ معاصر حقائق سے اتنے ہی دور ہیں۔ جتنا آسمان زمین سے دور ہے۔" (روزنامہ جنگ لاہور 21 اپریل 2000)

یہ بات ایک ایسے دانشور کے قلم سے نکلی ہے۔ جس کے بارے میں یہ رائے بھی ہے کہ وہ جہاں دیدہ ہیں۔ مگر ہمیں افسوس کے

ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جناب حقانی دینی مدارس کے [illegible] نظام تعلیم اور نصاب سے بالکل ہی نابلد ہیں۔ وہ بھی پاکستان میں رہتے ہوئے بھی دینی مدارس سے اتنے ہی دور ہیں جیسے آسمان زمین سے دور ہے۔

ہم ان کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ دینی مدارس کا ماحول، یہاں کا نظام تعلیم اور نصاب معاصر حقائق کو جاننے کے لئے بہترین ہے۔ ہماری دینی اقدار کا امین ہے۔

اسلامی ثقافت کا علم بردار اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اگر انہیں اس میں شک ہو تو آئیں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا مشاہدہ کریں۔ اس کے نظام، طریقہ کار اور اسلوب تدریس کو ملاحظہ کریں۔ انہیں بچشم خود یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اصل صورت حال کیا ہے؟ محض دینی مدارس کے خلاف اپنے بیمار ذہن کا اظہار اس انداز سے کرنا کسی طرح معقولیت کے زمرے میں نہیں آتا۔

جناب حقانی اور اس قبیل کے دوسرے تمام دانشوروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ دینی مدارس میں آج تک ایسا نہ ہوا کہ طلبہ نے اپنے اساتذہ کی پگڑی اچھالی ہو اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہو۔ یہاں معلم اور متعلم کے درمیان ایک مقدس رشتہ موجود ہوتا ہے۔ ادب واحترام کے وہ تمام تقاضے پورے کئے جاتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ دینی مدارس کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم اپنے استاد و مربی کے خلاف زبان سے بھی کوئی ایسا کلمہ نہیں ادا کرے گا جو گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔ چہ جائیکہ سانحہ گوجرہ جیسا واقعہ رونما ہو۔

اور اب تو دینی مدارس میں اسلامی علوم کی مکمل تدریس کے ساتھ موجودہ تمام جدید علوم کی تعلیم کا نہایت عمدہ انتظام موجود ہے۔ اکثر مدارس میں کمپیوٹر سائنس کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ اب نہ جانے ان مدارس سے مزید کیا تقاضا کیا جاتا ہے۔

بلاشبہ سانحہ گوجرہ موجودہ نظام تعلیم کے منہ پر ایک طمانچہ ہے اور ایک المناک واقعہ ہے۔ جس میں سوچنے کے بہت سے پہلو ہیں اور حکومت وقت کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور نظام تعلیم کو ایسے خطوط پر استوار کرنا چاہئے کہ طلبہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا پہلو نمایاں ہو تاکہ دوبارہ ایسا کربناک واقعہ پیش نہ آسکے۔

ممتاز عالم دین
مولانا سید حبیب الرحمٰن بخاریؒ
کا سانحہ ارتحال

تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ سنی گئی کہ ممتاز عالم دین معروف خطیب مولانا سید حبیب الرحمٰن بخاری راولپنڈی میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے دینی تعلیم جامع اہل حدیث لاہور میں حاصل کی اور محدث عصر حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ راولپنڈی جامعہ مسجد دارالسلام مدھن پورہ میں خطیب مقرر ہوئے اور پوری زندگی وہیں گزار دی۔ حالات غیر موافق بھی رہے۔ لیکن آپ نے نہایت صبر و تحمل اور استقامت کا مظاہرہ کیا اور تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مصروف رہے۔ راولپنڈی میں اہلحدیث نظریات کے فروغ میں آپ کا کلیدی کردار ہے اور خصوصاً آپ نے مرکزی جمعیت اہلحدیث کو منظم کیا اور ایک عرصہ تک اس کی قیادت کی۔

پاکستان میں چلنے والی اہم تحریکوں میں اہلحدیث مکتب فکر کی نمائندگی کی۔ مرکزی جمعیت کے قائدین کے ساتھ مل کر آپ نے وفاق المدارس السلفیہ کو منظم کیا اور تمام مدارس میں وحدت نصاب کے لئے مساعی کی۔ خصوصاً میاں فضل حق مرحوم، چوہدری محمد یعقوب مرحوم اور مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ کی معیت میں جامعہ سلفیہ اسلام آباد کی تاسیس کی اور اس کی اراضی کے حصول کے لئے اکابر کی کوششیں قابل ذکر ہیں۔ جس میں آپ کا تعاون بھی شامل رہا۔

جامعہ سلفیہ کو ایک بین الاقوامی ادارہ بنانے کے لئے زعماء اہل حدیث نے جو منصوبہ تشکیل دیا تھا۔ اگرچہ وہ اب بھی تشنہ ہے۔ لیکن اس کے حصول میں آپ کی مساعی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سید صاحب مرحوم کی اچانک رحلت ہم سب کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ہم جامعہ مسجد دارالسلام کے نمازیوں جمعیت اہلحدیث راولپنڈی کے کارکنوں اور جامعہ سلفیہ اسلام آباد کی انتظامیہ اساتذہ اور طلبہ خصوصاً شاہ صاحب مرحوم کے اہل خانہ کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور سب کو صبر جمیل سے نوازے۔